Aziz-ul-Haq Thoughts
Remembering Dr Aziz-ul-Haq

Home About Aziz-ul-Haq Download PDF مضامین عزیزالحق

Events & Updates Contact

- Home
- About Aziz-ul-Haq
  - Dr Aziz-ul-Haq
  - When hope was alive
  - Heady Politics of 1970
  - On Bengalis, East Paki… Progressive Forces
  - جیون کتھا: ڈاکٹر منظور اعجاز

قومیتوں کا مسئلہ اور ہمارا موقف

دانشوروں کے حلقوں میں قومیتوں کا مسئلہ پچھلے کچھ عرصے سے خصوصی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، پچھلے برس بنگال کے حوالے سے اس مسئلے پر زبردست مباحثے ہوتے رہے ہیں اور اب کے برس سرحد، سندھ اور بلوچستان کے حوالے سے یہ سوال دوبارہ سر اٹھاتا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اب تک اس مسئلے پر پوری سنجیدگی اور خلوص نیت کے ساتھ گفتگو نہیں کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ نظریاتی اختلاف جوں کے توں موجود ہیں، بلکہ سانحہ مشرقی پاکستان کے پس منظر میں تو یہ اختلافات اور بھی شدید ہو گئے ہیں اور بات بجائے سلجھنے کے مزید الجھتی جارہی ہے، الجھائی جارہی ہے! اور خدشہ ہے کہ اگر بروقت اس صورتحال کا سدباب نہ کیا گیا تو عوامی قوتیں اور بھی زیادہ انتشار اور دھڑے بندی کا شکار ہو جائیں گی اور انقلابی جدوجہد کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلے پر غیر جذباتی اور سائنٹیفک انداز میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے اور اس عظیم اور انتہائی اہم مسئلے کے مختلف و متنوع پہلوؤں کو زیر بحث لاتے ہوئے کسی واضح، درست اور متفقہ رائے تک پہنچا جائے۔ ہم اپنے طور پر اس مسئلے کے بارے میں اپنے نظریات پیش کرتے ہیں، امید ہے کہ وہ کسی نہ کسی حد تک فکری الجھاؤ کو کم کرنے میں ساتھیوں کے مددگار ثابت ہوں گے اور کچھ نہ بھی ہوا تو کم از کم ساتھیوں پر ہمارا نقطۂ نظر یقیناً واضح ہو جائے گا۔ یہ بات بجائے خود ہمارے لئے کافی اہم ہے، کیونکہ پچھلے برس کی جذبات سے بھرپور برسات میں یار لوگوں نے طرح طرح کے ''ارشادات'' ہم ینگ پیپلز فرنٹ والوں کے ساتھ منسوب کر دیئے ہیں، جنہیں چیلنج کرنا ہمارے اپنے کام کو آگے بڑھانے اور پاکستان میں طبقاتی انقلاب کو فتح یاب کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

ہم پر پہلا الزام تو یہ ہے کہ ہم نے بنگالی عوام کی تحریک کو جدوجہد آزادی کی تحریک قرار دیتے ہوئے اس کی حمایت کی تھی، حالانکہ یہ تحریک سامراج کے ایماء پر بنگال کے سرمایہ داروں اور پاکستان دشمن عناصر کی قیادت میں چلائی گئی تھی اور اس کی مذمت کی جانی چاہئے تھی۔

اس سلسلے میں ہمارا اپنا موقف یہ تھا کہ تحریک کی قیادت یقیناً سرمایہ دارانہ اور پاکستان دشمن عناصر کے ہاتھوں میں تھی اور اس قیادت کے خلاف جدوجہد کی جانی چاہئے۔ لیکن تحریک بجائے خود ایک درست اور حقیقی تضاد کی بنیاد پر استوار ہوئی تھی اور اس تضاد کو پہچاننا قبول کرنا اور اسے حل کرنے کے معاملے میں بنگالی عوام کا ساتھ دینا ہر محبِّ وطن اور انقلاب دوست پارٹی، گروہ یا فرد کا فرض ہونا چاہئے تھا جو لوگ اس تحریک کی غلط قیادت کی وجہ سے اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں، وہ یا تو قیادت اور تحریک کے باہمی تضاد کو سمجھنے سے قاصر ہیں یا پھر ابن الوقتی اور مصلحت کوشی کا شکار ہیں، یا سیدھے سادھے پنجابی شاؤنسٹ ہیں اور بنگال کو مفلوج و مفتوح ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔

یہاں اس دلچسپ امر کا تذکرہ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ہمارے دوست دار دشمنوں میں سے چند ایک ایسے بھی ہیں جو تحریک پاکستان کے معاملے میں تو تحریک کو قیادت سے الگ کرتے ہوئے قیادت کو غلط اور تحریک کو درست قرار دیتے ہیں لیکن بنگال کے معاملے میں سوائے قیادت اور سامراجی سازشوں کے اور کچھ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔

چیئرمین ماؤ کا ارشاد ہے: ''جب آپ کسی یونٹ میں وہاں کی صورت حال جاننے کے لئے جاتے ہیں تو آپ کے لئے وہاں تحریک کی مکمل واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔۔۔۔۔ تحریک کی ابتداء اس کا ارتقاء اور موجودہ شکل، عوام نے کس طرح عمل میں حصہ لیا ہے اور قیادت کا کام کر رہا ہے، جدوجہد کے دوران کون سے تضادات اُبھرے ہیں اور ان تضادات میں کون کون سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، عوام نے اپنے علم میں کس قدر ترقی کی ہے، یہ سب کچھ جاننا ضروری ہے، تاکہ آپ تحریک کے قوانین کو جان سکیں۔

ہم بنگال کی صورت حال کو اسی قول کی روشنی میں دیکھتے رہے ہیں اور آج بھی ایسی تمام صورتوں کو اس انداز میں دیکھنا چاہیں گے، اور دوسروں کو بھی اسی انداز سے دیکھنے کا مشورہ دیں گے۔ کہ تحریکوں کو دیکھنے کا سائنٹیفک اور انقلابی طریق کار یہی، اور محض یہی ہے۔

> پلز فرنٹ:اک سیانا سونیا نے

> نگ پیپلز فرنٹ دا چڑھا تھ مُکا

> نویاں رُتاں خونی سمے

> Download PDF

> مضامین عزیزالحق

> حسن ترتیب

> ابتدائیہ

> عزیزالحق کے بارے میں

> ساڈا یار کدی نہ مرسی

> نظم ۔ اکرام الحق

> دنیا داری ۔ زبیررانا

> ڈاکٹرعزیزالحق ۔ تسنیم منٹو

> مردہ معاشرے کی زندگی

> معیارِ زندگی اور آزادی

> ں کی نفسیات اور انقلابی عمل

> ں اور مسلم لیگ کی سیاست

> ں و اقبال۔۔۔۔ایشیاوایشیا

ایک ”نیا تاشقند“ وجود میں لایا جا رہا ہے۔

رہا سوال ہمارے ترمیم پسند ٹراٹسکی کے پیروکار ہونے کا تو یہ الزام ہمیں اس لئے سننا پڑا کہ ہماری دانست میں چین کی حکومت بنگالی عوام کی تحریک کے بارے میں غلط موقف کی حامل تھی، جب کہ ہمارے عظیم انقلابی دانشوروں کی نظر میں، چین حقیقت کو پرکھنے کی کسوٹی ہے جو چین کہے وہ سچ ہے اور فقط وہی کچھ سچ ہے جو چین کہے! اب ستم ظریفی انقلاب ملاحظہ ہو کر دسمبر ۱۹۷۱ء میں چواین لائی نے نیول میکسول (Neville Maxwell) کو انٹرویو دیتے ہوئے کہہ دیا کہ بنگالی مسئلے کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ بھارتی توسیع پسند اس مسئلے کو اپنے عزائم کے لئے استعمال کر رہے ہیں، لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں ایک اصلی اور سچی بنگالی عوام کی قومی آزادی کی تحریک جاری ہے۔“

"There is a genuine Bengali Nationalist Movement in East Pakistan."

یہی نہیں! چواین لائی نے اس تحریکِ آزادی کو تحریکِ پاکستان کے مماثل بھی قرار دیا!

اب سنا ہے کہ یار لوگ بغلیں جھانکتے پھرتے ہیں اور مشرقی پاکستان کی کمیونسٹ پارٹی (مارکسی، لینِنی) کی مختلف دستاویزات کے چند ایک فقروں پر اپنے ”انقلابی نظریات“ کی عمارت بحال رکھنا چاہتے ہیں، لیکن اگر آج کل میں مشرقی پاکستان کے انقلابی قائدین نے بھی واضح الفاظ میں چواین لائی ہی کا نقطہ نظر پیش کر دیا تو……

چیئرمین ماؤ کا ایک قول ہے کہ ”ہمیں ہمیشہ اپنے دماغوں کو استعمال کرنا چاہئے اور ہر شے کے بارے میں گہرا غور و فکر کرنا چاہئے۔“ اور یہ کہ ”اندھے پن میں عمل کرنے کی اس عادت کو ترک کرنے کے لئے جو ہماری پارٹی میں کافی عام ہے، ہمیں اپنے کامریڈوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کہ وہ سوچیں، تجزیہ کرنے کے طریق کار کو سیکھیں اور انہیں تجزیہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔“

پیارے کامریڈو! اگر ہر بات چین سے آئے تب ہی اسے مانو گے، تو خدارا اس چینی بات کو تو اپنے پلے باندھ لو تمہیں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، ہم تو کم از کم ”چین دشمنی“ کے الزام سے بچ جائیں گے!

ہم پر ایک اور الزام ہے کہ……

مگر کن کن الزامات کو لیا جائے اور ان کے کن کن پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا جائے، بتانا تو یہ تھا کہ قومیتوں کے مسئلے پر ہمارا اپنا ایک موقف رہا ہے، اور اس موقف کو مربوط انداز میں ہم اس مضمون کی وساطت سے آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں، تاکہ ایک تو ہمارا اپنا موقف آپ پر واضح ہو سکے، دوسرے ممکن ہے کہ ہم سب، اس موقف پر بحث و مباحثہ کر کے کسی بہتر، درست تر اور متفقہ رائے تک پہنچ سکیں کہ قومیتوں کا مسئلہ کوئی خالی خولی، فکری مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ملک کی بقا و سالمیت اور طبقاتی جدوجہد کو کامیاب و کامران کرنے کی صورتحال سے شدید طور پر مربوط و منسلک ہے۔

جو لوگ ظاہری وحدت میں پنہاں تضادات کی دنیا دیکھنے کے اہل نہیں، ان لوگوں کے اعتراضات سر آنکھوں پر! کہ آج کی ہنگامی اور انقلابی صورتحال میں ان سے بحث و مباحثہ کرنا ہم نہ تو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ ہی ممکن!

ہم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ ہم بھی بنگالیوں اور بھارتیوں کی طرح، پنجابیوں کو ظالم اور بنگالیوں کو مظلوم قرار دیتے ہیں، ہمیں یہ الزام قبول ہے، ہم یقیناً بنگالیوں کو مظلوم اور پنجابیوں کو ظالم قرار دیتے رہے ہیں اور اس وقت تک قرار دیتے رہیں گے جب تک پنجاب کے مظلوم عوام، ظالم طبقات کی سوچ اور جذبات سے پاک ہو کر خود کو پاکستان کے دیگر عوام کے ساتھ عملاً ہم آہنگ نہیں کر لیتے۔

پاکستان سوشلسٹ پارٹی کے ایک عظیم ”انقلابی دانشور“ نے پچھلے دنوں ہم پر یہ الزام لگایا تھا کہ ہم ظالم اور مظلوم قوموں کی بات کرتے ہیں، جب کہ سائنٹفک سوشلزم کے قائدین کے نزدیک صرف ظالم اور مظلوم طبقات وجود رکھتے ہیں، ظالم اور مظلوم قومیں اور قومیتیں ہمارے اپنے الجھے ہوئے ذہن کی پیداوار ہیں، اس مضمون میں بالصراحت قومیتوں کے مسئلے پر مارکس، اینگلز، لینن اور چیئرمین ماؤ کے فرمودات پیش کئے جائیں گے، فی الوقت لینن کا ایک قول سن لیجئے۔

”جو لوگ ظالم اور مظلوم اقوام میں امتیاز نہیں کرتے یا نہیں کرنا چاہتے وہ لوگ سوشل شاؤنسٹ ہیں، اس لئے انقلابی پروگرام کا مرکزی نقطہ اس امتیاز کو قائم کرنا“ (انقلابی پرولتاریہ اور قوموں کا حقِ خود ارادیت)

< محمد علی مردہ باد
< معاہدہ تاشقند مردہ باد
< نیا تاشقند؟
< پیپلز پارٹی کا عروج و زوال
< اسلام یا کچھ اور
< پاک بھارت تعلقات
< نوں کا مسئلہ اور ہمارا موقف
< موجودہ صورتحال اور ادیب
< موجودہ صورتحال اور ادب
< کشمیر جاگ اُٹھا
< بو۔۔۔غضب ہو تم پر عوام کا
< کا پیغام۔۔۔مزدوروں کے نام
< قول و قرار
< نیا سال مبارک
< مقصدی ادب
< وجودیت اور آزادی
< منطق اور اثباتیت والے

ہمارے بارے میں کچھ بذعم خود ''ترمیم دشمن انقلابی دانشوروں'' کی رائے یہ ہے کہ ہم عملاً بھارت دوست اور ترمیم پسند میں ٹراٹسکی کے پیروکار ہیں، ہندوستان کے ایجنٹ ہیں، غدار ہیں وغیرہ۔

ہم غدار ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ تو پاکستان کے عوام کر سکتے ہیں۔ یا پھر وقت کرے گا، البتہ اپنی ''بھارت دوستی'' کے بارے میں ہم یقیناً کچھ کہنا چاہیں گے، ۹ جنوری اس برس بھی آیا تھا، لیکن جانے کیوں ہمارے ''بھارت دشمن انقلابی دانشور'' اس تاریخ کو فراموش کر گئے، ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے ۹ جنوری کو یوم تاشقند تھا، اور اگر کبھی اس ملک کے عوام کو اس دن کی یاددہانی کروائی جانی یقیناً ضروری تھی تو وہ اس برس ہی تھی۔ کہ دشمن خود کو زیادہ ہی آپے سے باہر پا رہا ہے۔ مزید اطلاع ہو کہ یہ ہم ''بھارت نواز'' اور ''ہندوستان کے ایجنٹ'' ہی تھے جنہوں نے اس دن واشگاف الفاظ میں اس عہد کا اعادہ کیا تھا کہ پاکستانی عوام اپنے ملک کے خلاف ہونے والی کوئی بھی سازش کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ اور ہم نے موجودہ حکومت کی اُن منافقانہ اور پرفریب حرکتوں کا پردہ چاک کرنا ضروری جانا تھا، جس کے ذریعے سے اس مسئلے پر غلط رائے رکھنے کا خمیازہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی شکل میں تو اٹھا ہی چکے ہیں، خدانخواستہ ہمیں کہیں اپنی غلطی کی اس سے بھی زیادہ بھاری سزا نہ بھگتنی پڑے!

قومیتوں کے مسئلے کے بارے میں اب تک چار قسم کے موقف سامنے آئے ہیں، پہلا موقف دائیں بازو کی سیاسی پارٹیوں کا موقف ہے جس کا واضح ترین اظہار مولانا مودودی کی تحریروں، الطاف حسین قریشی کے ''فن پاروں'' اور قیوم خاں کی تقریروں میں ملتا ہے، یہ حضرات نہ تو طبقاتی جدوجہد کو تسلیم کرتے ہیں، اور نہ ہی قومیتوں کے تضاد کو، ان لوگوں کے نزدیک پاکستانی عوام مسلمان پہلے ہیں اور پاکستانی بعد میں، اور پاکستانی پہلے ہیں اور پنجابی، بنگالی، سندھی، سرحدی اور بلوچی بعد میں، ان حضرات کی رائے میں ہمارے اتحاد کی اصل بنیاد اسلام اور فقط اسلام ہے، خدا ایک، کتاب، ایک، رسول ایک، مذہب ایک چنانچہ سب بھی ایک۔

عمل میں البتہ ان حضرات کا مؤقف اس کے قطعی برعکس رہا ہے، انہوں نے عوام کے اتحاد کو کبھی بھی مستحکم محسوس نہیں کیا، اس لئے ہمیشہ وہ کسی نہ کسی قانونی دباؤ یا براہ راست تشدد کے ذریعے سے لوگوں کو متحد رکھنے کی تلقین کرتے رہے ہیں، یہ لوگ اردو زبان، مضبوط مرکز جداگانہ انتخابات اور ون یونٹ جیسے نعروں کو پاکستان کے اتحاد کی لازمی شرط گردانتے ہیں، اور ان تمام تحریکوں کو جو ان نعروں کے خلاف چلائی جاتی ہیں، وطن دشمن اور غدار قرار دیتے رہے ہیں، بنگال کے عوام کے بارے میں بالخصوص یہ حضرات شدید نفرت کے جذبات رکھتے ہیں، ان کے خیال میں بنگال کے عوام ہمیشہ ہی سے غدار اور ہندو نواز رہے ہیں، پچھلے برس مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا، وہ دائیں بازو کے ان ہی عناصر کے موقف کا ایک عملی اظہار تھا۔ اس موقف کا حشر چنانچہ ہمارے سامنے ہے، ایسے میں اس موقف کو اپنائے رکھنا، دانستہ یا نادانستہ طور پر بچے کھچے پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کروانے کے مترادف ہوگا۔

قومیتوں کے مسئلے پر دوسرا موقف پاکستان سوشلسٹ پارٹی اور پیپلز پارٹی میں شامل بائیں بازو کے نام نہاد دانشوروں کا موقف ہے، یہ لوگ ویسے تو قومیتوں کے وجود کے قائل ہیں، لیکن طبقاتی جدوجہد کے معاملے میں قومیتوں کے تضاد کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے ان حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ پاکستان کے تمام تر مظلوم عوام، مظلوم ہونے کے ناطے ایک ہیں اور ان مظلوم عوام میں کسی قسم کی تفریق کرنا جائز نہیں، دوسرے لفظوں میں یہ حضرات ظالم اور مظلوم قومیتوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور مظلوم عوام کو معاشی حوالوں سے متحد کرنے کا پروگرام پیش کرتے ہیں، مشرقی پاکستان کے مسئلے پر ان لوگوں نے عملاً پاکستان کے ظالم طبقات کا ساتھ دیا تھا۔

پیپلز پارٹی کی حمایت کرنے والے کچھ خود ساختہ ''انقلابی مفکرین'' ایسے بھی ہیں جو قومیتوں کے تضاد کی موجودگی کے تو قائل ہیں لیکن مظلوم قومیتوں کو حق خودارادیت دینے کے قائل نہیں ہیں، ان کے خیال میں حق خودارادیت کا نعرہ انقلابی عوام کی وحدت و یکجہتی کو ختم کرنے سے مترادف ہے، لہٰذا انقلابی کارکنوں کو ڈٹ کر اس نعرے کی مخالفت کرنی چاہئے، کچھ ایسے بھی ہیں جو حق خودارادیت دینے کو تیار ہیں مگر مشروط بنیادوں پر، یعنی محض ایسی صورت میں کہ جب قومی آزادی کی جدوجہد کی قیادت واقع طور پر پرولتاریہ کے ہاتھ میں ہو، اور اس جدوجہد سے ''بین الاقوامی انقلاب'' کو تقویت ملتی ہو۔

یہ لوگ پرلے درجے کے عقیدہ پرست اور کتاب پرست ہیں اور حقائق کی جانچ پڑتال کرنے اور انہیں تاریخی سیاق وسباق میں، متحرک اور ٹھوس

> آزاد خیالی کیا ہے؟

> خواب اور شاعری

> یونگ اور پاکستانی ادب

> ۔۔کعبہ اور کلیسا کے درمیان

> شعر، شاعر اور سامع

> شخصیت، ذات اور ادب

> اقبال اور ٹیڈی اِزم

> ڈائری کے اوراق

> عزیزالحق کے خطوط

> When hope was alive

> Heady Politics of the 1

> On Bengalis, East Paki
Progressive Forces

> Letter from Aziz

> A Proposal Concerning
Study Of Sciences With
Reference To Pakistan

> New Trend in Urdu No

> Events & Updates

انداز میں دیکھنے کی بجائے جامد قائم بالذات اور عمومی انداز میں سیاہ وسفید کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہیں، ان لوگوں کی ایک بھاری تعداد ممکن ہے، انقلاب کے معاملے میں مخلص ہی ہو، لیکن اپنی میکانکی اور غیر جذباتی سوچ کے باعث یہ لوگ عملاً ظالم طبقات کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں، مشرقی پاکستان کے معاملے میں بڑی شدومد کے ساتھ ان لوگوں نے پنجابی شاؤنسٹوں کی حمایت کی تھی اور بنگالیوں کو فاشسٹ قرار دیا تھا، بقول ان کے ایک عظیم انقلابی لیڈر کے!'' بنگالی اگر ہزار سال بھی لڑتے رہے تو ہم ان فاشسٹوں کے خلاف لڑیں گے، چاہے ہمیں ان تمام حرامزادوں کو ختم ہی کیوں نہ کرنا پڑے!''

قومیتوں کے مسئلے پر تیسرا موقف نیشنل عوامی پارٹی اور عوامی لیگ میں شامل ترمیم پسند ''انقلابی'' دانشورون کا موقف ہے، یہ حضرات طبقاتی جدوجہد اور قومیتوں کے تضاد، دونوں کے قائل ہیں۔ لیکن دونوں تضادات کو علیحدہ علیحدہ دیکھتے ہوئے باری باری حل کرنا چاہتے ہیں، ان کے خیال میں پہلے قومیتوں کے تضاد کو حل کیا جانا چاہئے اور بعد میں طبقاتی تضاد کو، یہ لوگ مظلوم قومیتوں کے لسانی، تہذیبی اور ثقافتی جبر کے معاملے میں واضح رائے رکھتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ ''علاقائی خودمختاری'' کے حصول سے قومیتوں کا تضاد خاطر خواہ طور پر حل ہوسکتا ہے اور ان کے نزدیک ''علاقائی خودمختاری'' کا حصول ایک جمہوری اور آئینی جدوجہد کے ذریعے سے ممکن ہے عملاً یہ لوگ مظلوم قومیتوں کے جاگیرداروں، سرداروں اور سرمایہ داروں کے ساتھ گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں اور روسی سوشل سامراج کے آلہ کار ہیں، اور اس خطے میں اس کے عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں روس کے حلیف و مددگار ہیں۔

یہ لوگ پاکستان کو بھارت سے فیڈریٹ Federate کروانے کی کارروائیوں میں عرصے سے مصروف ہیں اور اسی مقصد کے پیش نظر پاکستان کو کمزور اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان لوگوں کا مطمع نظر ہے، اس سلسلے میں ان کا ایک حربہ مظلوم قومیتوں کے خودارادیت کی جدوجہد کی حمایت کرنا ہے، اور چونکہ پاکستان کے ''انقلابیوں'' نے مظلوم قومیتوں کے مسئلے کی خاطر خواہ طور پر سمجھنے اور حل کرنے کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا، لہٰذا یہ لوگ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قومیتوں کی خودمختاری کی تحریکوں کے واحد والی و وارث بنے رہے ہیں اور اب تک بنے ہوئے ہیں، البتہ ان لوگوں کے نظریات کا دوغلا پن انہیں اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دے گا، ایک طرف تو یہ لوگ پاکستان کی مظلوم قومیتوں کی حمایت کرتے ہیں، لیکن دوسری طرف پاکستان کو ہندوستان سے ملانے کی خواہش رکھتے ہوئے برصغیر کے مظلوم مسلمان عوام کو خودارادیت کی نفی بھی کرنا چاہتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ پاکستان کی مظلوم قومیتوں کے تو بہت بڑے حامی ہیں، لیکن ہندوستان کی مظلوم قومیتوں بالخصوص کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے بارے میں قطعاً خاموش ہیں، مشرقی پاکستان کے معاملے یہ لوگ سقوط ڈھاکہ سے پہلے بہت بڑھ چڑھ کر بولا کرتے تھے، لیکن اب یہ کہہ کر خاموشی اپنائے ہوئے ہیں کہ ان کے مسائل ان کے اپنے مسائل ہیں، وہ جیسے چاہیں گے حل کرلیں گے۔

(یہ لوگ مشرقی پاکستان پر اب اس لئے خاموش ہیں کہ مشرقی پاکستان پر گفتگو ہوگی تو طلحہ اور بھاشانی کا نام آئے گا، مجیب الرحمٰن کی نام نہاد حکومت کی قلعی کھلے گی اور ان لوگوں کے اپنے نظریات کا بھرم کھل جائے گا!)

طبقاتی جدوجہد اور قومیتوں کے مسئلے پر چوتھا موقف مزدور کسان پارٹی اور نیشنل سٹوڈنٹ فیڈریشن (رشید گروپ) کے قائدین کا موقف ہے، یہ حضرات طبقاتی کش مکش اور قومیتوں کے تضاد دونوں کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں مربوط انداز میں دیکھتے ہیں، ان کے نزدیک طبقاتی جدوجہد کو کامیاب کئے بغیر مظلوم قومیتوں کا مسئلہ حل نہیں کیا جاسکتا، اور مظلوم قومیتوں کے عوام کی جدوجہد کی حمایت کئے بغیر تمام تر عوام کا اتحاد ناممکن ہے، ان حضرات کی رائے میں پنجاب جیسے ''خوشحال'' قومیت کے علاقے کے عوام کا انقلابی فرض ہے کہ وہ پسماندہ علاقوں کے عوام کی حق خودارادیت کی جدوجہدوں کی کھل کر حمایت کریں جبکہ پسماندہ علاقوں کے عوام کا انقلابی فرض ہے کہ وہ اپنے علاقوں کے لوکل وڈیروں سرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف اپنی جدوجہد کو شدید تر کریں۔

ہماری رائے میں پہلے تینوں موقف غلط اور ظالم طبقات کے مفادات کے ترجمان ہیں، چوتھا موقف درست اور انقلابی موقف ہے اور محض اسی موقف پر عمل پیرا ہو کر پاکستان کے عوام کے اتحاد کو مستحکم اور طبقاتی انقلاب کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ اس مسئلے پر اظہار رائے کیا جائے، ایک لطیفہ سنتے چلئے، اس مضمون کی تشکیل کے دوران میرے ایک رشتہ دار آئے اور باتوں

› Contact

باتوں میں ان کی نظر میرے نوٹس پر جا پڑی، وہ وہاں یہ عنوان لکھا دیکھ کر چونک گئے۔

کہنے لگے۔ ''تم نے یہ کیا لکھ دیا ہے، پاکستان کے عوام پنجاب کو ظالم کیوں سمجھتے ہیں؟'' میں نے کہا! ''جی ہاں، کیوں؟ کیا ہوا!'' کہنے لگے، ''یہ پاکستان کے عوام کون ہیں؟'' میں نے کہا'' پاکستان کے عوام، پاکستان کے عوام ہیں، یعنی پاکستان کے لوگ، پاکستان میں رہنے بسنے والے؟ کہنے لگے!'' وہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ بنگالی، پٹھان، بلوچی وغیرہ پنجاب کو ظالم کیوں سمجھتے ہیں،'' میں نے کہا'' کیا یہ لوگ پاکستان کے عوام نہیں ہیں۔'' کہنے لگے'' ہیں تو، مگر......'' میں نے کہا'' مگر کیا!'' کہنے لگے'' مگر یہ کہ......خیر چھوڑو، جانے دو، جو جی کہہ لو، آج کل تو سب ہی پنجابیوں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، تم بھی کہہ لو۔'' میں نے کہا: ''سب کون؟'' کہنے لگے: ''چھوڑو، کیا فائدہ۔

اس بک بک سے، اور سناؤ کیسے مزاج ہیں۔'' میں نے کہا، '' آپ کی دعا ہے، ویسے ابھی زندہ ہی ہوں۔''

ملاخطہ کیا آپ نے ''لطیفہ'' اور اس لطیفے میں مضمر میرے سوال کا جواب: پاکستان کے عوام پنجابیوں کو اس لئے ظالم سمجھتے ہیں کہ پنجاب کے عوام ملک کے ان ستر پچھتر فیصد عوام ہی تصور نہیں کرتے، کہ جو انہیں ظالم کہے وہ بھلا پاکستانی کیوں کر ہو سکتا ہے۔

پاکستانی تو وہ خود ہیں، اور فقط خود ہی! اسلام ہے تو پنجاب میں، حیا ہے تو پنجاب میں، پاکستان کا درد ہے تو پنجاب کو ایثار و قربانی کا جذبہ ہے تو پنجاب میں، فراخدلی ہے تو پنجاب، محبت وطن ہے تو پنجاب، شجاعت ہے تو پنجاب میں......اور جو کوئی ایسا ماننے سے انکار کر دے، وہ پاکستانی نہیں بنگالی، پٹھان، بلوچی ہے، ہندستان کا ایجنٹ ہے، غدار ہے۔

پنجابیوں کی اس خودستائی کو سیاست کی زبان میں پنجابی شاؤنزم کہا جاتا ہے، اور یہ شاونزم، پنجاب والوں ہی کا خاصہ نہیں ہے، ہر ملک میں، ہر طبقاتی ملک میں، کوئی نہ کوئی قوم یا کسی نہ کسی علاقے کے لوگ یقیناً خود کو ملک کی دوسری قوموں کے مقابلے میں افضل واعلیٰ گردانتے ہیں، کہ ظالموں نے اپنے ظلم کی ایک اساس اس احساس پر بھی رکھنی ہوتی ہے اور اس اساس کی حامل قوم کو ''ظالم قوم'' کا خطاب ملتا ہے، اور بجا طور پر ملتا ہے!

لینن اس صورتحال کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں ''ظالم وزبردست قوم اور مظلوم وزیردست قوم بڑی اور چھوٹی قوم کی قوم پرستی میں امتیاز کرنا بہت ضروری ہے، اس دوسری قسم کی قوم پرستی کے سلسلے میں......ہم ایک بڑی قوم کے لوگ اکثر و بیشتر ان گنت زیادتیوں اور زبردستیوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہمیں اپنی زیادتیوں کا احساس تک نہیں ہوتا، اس سلسلے میں میری قلمبند کی ہوئی والگا کی یادوں کی طرف رجوع کرنا مفید ہوگا، جن میں دکھایا گیا ہے کہ غیر روسیوں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جاتا ہے، کس طرح پولستانیوں کو ہمیشہ پولیسا چشیکا، کے نام سے پکارا جاتا ہے، تاتاریوں کو ہمیشہ شہزادہ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، یوکرینیوں کو ''خوخول'' کے لقب سے سرفراز کیا جاتا ہے اور جارجیائی اور دوسری قفقازی قومیتوں کو ہمیشہ کاپکازی کہا جاتا ہے۔''

سو پاکستان کے عوام پنجابیوں کو ظالم کیوں تصور کرتے ہیں؟ اس لئے کہ پنجابی خود کو اور محض خود کو ہی اول درجے کا پاکستانی سمجھتے ہیں جبکہ باقی علاقوں کے عوام ان کی نظر میں (Sub-Standard) برانڈ کے پاکستانی ہیں......یعنی یہ کہ اگر پاکستانی ہیں، وگرنہ سیدھے سادھے غدار اور وطن دشمن جیسے کہ بنگال کے ''غدار'' عوام!

لیکن پنجابی ہی اس خودستائی کا شکار کیوں ہیں؟ نہیں! یہ بات درست نہیں! اردو دان مہاجرین بھی اس خوش فہمی میں ان کے برابر کے شریک ہیں، بلکہ وہ تو پنجابیوں کو بھی درجہ دوئم قسم کی مخلوق سمجھتے ہیں'' پنجابی ڈگے'' جیسے پنجابی، پٹھانوں کو خردماغ سمجھتے ہیں۔

سو یہ بات درست نہیں ہے کہ صرف پنجابی ہی خود کو پاکستان کا والی وارث سمجھتے ہیں، اس عمل میں اردو دان مہاجرین بھی برابر کے شریک ہیں۔

لیکن پھر بھی پنجابیوں ہی کو ظالم کیوں تصور کیا جاتا ہے؟ اس لئے کہ پنجابی اپنی دریا دلی اور محبِّ وطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو اردو دان مہاجرین ہی کی صفوں میں شامل کئے ہوئے ہیں۔ ''اردو بولئے، اردو لکھئے، اردو پڑھئے، اُردو ہماری قومی زبان ہے۔'' یہ کراچی کے اردو دان مہاجر مولوی عبدالحق کا نعرہ نہیں ہے، سید عبداللہ اور جاوید اقبال جیسے پنجابی ''انصاروں'' کا نعرہ ہے، جسے یہ لوگ فخریہ اپنی حب الوطنی کی دلیل کے طور پر پاکستانی عوام کے سروں پر مسلط کرنا اسلامی اور پاکستانی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عرصہ ہوا ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہ حب الوطنی کی ستائش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''اگر ملک کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے یحییٰ خان کو ملک کی آدھی آبادی ہی کیوں نہ حلال کرنی پڑی، وہ پھر بھی اس وحدت کو برقرار رکھیں

گے۔"

اس پر بھی کہا جاتا ہے کہ پنجابیوں کو ظالم کیوں سمجھا جاتا ہے!

لیکن پنجاب کے سارے کے سارے عوام تو سید عبداللہ یا جاوید اقبال نہیں ہیں! یہ لوگ تو رجعتی جماعتوں کے آلہ کار ہیں! ہم پنجابی عوام تو انقلابی عوام ہیں! ہم تو خود ان جاگیرداروں کے ایجنٹوں کو ظالم اور دشمن سمجھتے ہیں! درست بالکل درست کہ پنجاب کے عوام نے جاوید اقبال کو جاگیرداروں کا ٹاؤٹ جان کر انتخابات میں اس کے پرخچے اڑا دیئے تھے، سو درست! کہ اہل پنجاب اور بالخصوص اہل لاہور جاوید اقبال کو خوب سمجھتے ہیں، لیکن! وہ انقلابی کسے سمجھتے ہیں!" قائد عوام" ذوالفقار علی بھٹو کو کہ جس نے ۱۹۷۱ء کے طوفان خیز آیام میں پنجاب کو Bastion of power کہا تھا، کیا پنجاب کو Bastion of Power کہنے والا بھٹو، یحیٰی کی حب الوطنی کے گن گانے والے جاوید اقبال سے کسی طرح بھی مختلف ہے؟ اگر نہیں تو پھر پنجاب نے اپنے قائد کے ان ظالمانہ تصورات کا نوٹس کیوں نہ لیا تھا جبکہ بنگال کے عوام واضح طور پر ان آمرانہ احساس کے خلاف ردعمل ظاہر کر رہے تھے۔ اس لئے کہ پنجاب کے عوام کو بھٹو صاحب کی یہ بات بری نہیں لگی تھی، بلکہ اچھی لگی تھی، یہ تو ان کے اپنے ہی دلوں کی بات تھی جسے بھٹو صاحب نے جانتے بوجھتے ہوئے ہی کہا تھا۔

اور یہ بات بھلا ان کے دل کی بات کیونکر نہ ہو، جبکہ پنجاب کو مارشل ریس کہلوانے کا اعزاز حاصل ہے۔ بزدل بنگالی بھلا ہماری جوانمردی، کے سامنے کیا ٹھہر سکے گا! بڑے آئے کہتے ہیں "صرف ایک طاقت ہے عوام کی طاقت" بھٹو نے ٹھیک کہا ہے، بالکل ٹھیک کہ "پاکستان میں تین طاقتیں ہیں، فوج، پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ!"

بھٹو نے تو جانے ٹھیک کہا تھا یا نہیں، البتہ تاریخ نے اب تک دو طاقتوں کو باطل قرار دیا ہے، رہ گئی پیپلز پارٹی تو وقت بتائے گا کہ وہ طاقت ہے یا طاقت کا کاغذی گھوڑا! جو فقط ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے!

اجمال اس تمام تر تفصیل کی یہ ہے کہ پنجاب کے عوام کو، ہم پاکستانی عوام اس لئے ظالم تصور کرتے ہیں کہ پنجاب کے عوام کی سوچ اور سیاست، اب تک پاکستان کے ظالم طبقات کی سوچ وسیاست کا حصہ رہی ہے اور پنجاب کے عوام کی سوچ اس لئے ظالم طبقات کی سوچ کا حصہ بن رہی ہے کہ ظالم طبقات نے پنجاب کے عوام کو اپنے ظلم واستحصال میں ساجھے دار بنا رکھا ہے، ریاستی مشینری کے مختلف اجزاء کے اوپری ڈھانچے میں آج تک پنجابیوں کی اکثریت ہے، بالخصوص افسر شاہی، پولیس اور فوج میں، لہٰذا براہ راست یا بالواسطہ پنجاب کے عوام پاکستان کے ظالم طبقات کی لوٹ کھسوٹ میں حصہ دار ہیں اور اسی وجہ سے وہ ظالم طبقات کی سوچ کو بھی اپنی ہی سوچ سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں۔

پاکستان کے ظالم طبقات کی سیاست کیا تھی؟ پہلے مسلم لیگ، پھر ون یونٹ، پھر مارشل لاء، پھر ایک اور مارشل لاء اور اب عوامی مارشل لاء، اردو زبان، مضبوط مرکز، وحدانی طرزِ حکومت جداگانہ انتخابات، اسلام، نظریہ پاکستان۔

پاکستان کی مختلف قومیتوں کے عوام نے ظالم طبقات کی اس سیاست کے خلاف مہم شروع دن سے ہی جاری کر دی تھی لیکن پنجاب کے مظلوم عوام آج تک ظالموں ہی کے نظریات سے جذباتی وابستگی محسوس کرتے رہے، ۱۹۴۸، ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۴ء، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء ہر تاریخی مرحلے پر مظلوم قومیتوں کے عوام نے مسلم لیگی اور "مارشل لیگی" سیاست کے خلاف بغاوت کرنے کی جرأت کی، لیکن ہر ہر مرحلے پر پنجاب کے مظلوم عوام نے نہ صرف یہ کہ ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ انہیں ظالم طبقات کے خلاف باغی ہونے پر برا بھلا کہا۔

چنانچہ ایسے میں پاکستان کے عوام اگر پنجاب والوں کو ظالم تصور کرتے ہیں تو اس میں گناہگار کون ہے؟ پاکستان کے عوام، پنجابی عوام کو ظالم تصور کرنے میں یقیناً حق بجانب ہیں اور اس وقت تک حق بجانب رہیں گے جب تک ہم پنجاب کے عوام، واضح طور پر خود کو ظالم طبقات کی سیاست اور فکر سے علیحدہ کر کے پسماندہ علاقوں کے مظلوم طبقات کی سیاست اور فکر کے ساتھ عملاً ہم آہنگ نہیں کر لیتے!

سانحہ، ڈھاکہ کے بعد یقیناً پنجاب کے عوام اس خوش آئندہ تبدیلی کی طرف پہلے سے کہیں زیادہ مائل دکھائی دے رہے ہیں، ایسے میں عجب نہیں کہ جلد ہی پاکستان کے عوام انہیں اپنی ہی صفوں میں شریک پاکر ان سے بغلگیر ہونے کے خواہشمند ہوں، بہرطور فیصلہ پنجاب کے عوام کے اپنے ہاتھوں میں ہے، کوئی انہیں ظالم نہیں کہے گا، اگر وہ ظالموں کا ساتھ چھوڑ کر مظلوموں میں جا کھڑے ہوں۔

اتحاد کی بنیاد: مظلوم قومیتوں کے حق خود ارادیت کی حمایت

اوپر کئی بار اس امر کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ پنجاب کے مظلوم عوام اگر خود کو پسماندہ علاقوں کے عوام کے ساتھ عملاً مربوط و منسلک کر لیں، تو پھر ان علاقوں کے عوام کے دلوں میں پنجاب کے خلاف نفرت ختم ہو جائے گی اور اس طرح پاکستان کے تمام مظلوم عوام حقیقتاً، اتحاد و یکجہتی کی فضا میں قدم سے قدم ملا کر طبقاتی انقلاب کو آگے بڑھا سکیں گے۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا، طبقاتی انقلاب کو بھی فتح مند نہیں کیا جا سکتا!

اس باب میں اس امر کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

مظلوم عوام کے درمیان قومیتوں کا تضاد، غیر دشمنانہ تضاد کی حیثیت رکھتا ہے، ظالم طبقات اس تضاد کو دشمنانہ تضاد بنا کر عوام کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرواتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے نظام کو استحکام دینے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ایسے میں عوامی اتحاد کو حقیقی بنادوں پر استوار کرنے کے لئے جہاں ایک طرف ظالم طبقات کی سازشوں کے خلاف عمل پیرا ہونا ضروری ہے، وہیں دوسری طرف مظلوم قومیتوں کے عوام کے معاملے میں واضح موقف اختیار کرنا بھی لازمی ہے۔ مظلوم قومیتوں کے عوام صحیح معنوں میں صرف اسی وقت ظالم قومیت کے مظلوم عوام کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں گے، جب ظالم قومیت کے مظلوم عوام واشگاف الفاظ میں مظلوم قومیتوں کے عوام کی دوہری مظلومیت کا اقرار و اظہار کریں اور عملاً ان کی مظلومیت کو ختم کرنے کی جدوجہد میں ان کے ہم رکاب ہوں۔

مظلوم قومیتوں کے مظلوم عوام کی جدوجہد کس طرح خود کو ظاہر کرتی ہے؟ حقِ خود ارادیت کی شکل میں یعنی یہ کہ مظلوم قومیتوں کے عوام اپنے معاملات میں آزادی اور خود مختاری کے خواہش مند ہوتے ہیں، چنانچہ علاقائی خود مختاری کا نعرہ ان کی جدوجہد کا بنیادی نعرہ ہوتا ہے، بنگال کے عوام نے یہی نعرہ لگایا تھا، سرحد، بلوچستان اور سندھ کے عوام یہی نعرہ لگا رہے ہیں، ہندوستان میں مغربی بنگال بہار، اڑیسہ، میزدادرنا گالینڈ، تامل ناڈو پنجاب اور کشمیر کے عوام یہی مطالعہ کر رہے ہیں، جنوبی سوڈان کے عوام نے حال ہی میں سترہ برس کی طویل مسلح جدوجہد کے بعد اس حق کو حاصل کیا ہے، یوگوسلادیہ میں کروٹیا کے عوام یہی مطالعہ کر رہے ہیں، ایتھوپیا میں اریٹیریا کے مسلم حریت پسند اسی حق کے لئے لڑ رہے ہیں، فلپائن میں مسلم اکثریتی علاقوں کے عوام اسی مطالبے کے حصول کے لئے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں، برما کی مختلف اقلیتوں کا یہی مطالبہ ہے، شام اور ایران میں گرد عوام دونوں ملکوں کی حکومتوں سے یہی کچھ چاہتے ہیں، قبرص میں ترکی بولنے والے عوام کا یہی جھگڑا ہے، جنوبی افریقہ کی حبشی آبادی کا یہی مطالعہ ہے کہ آئرلینڈ کے عوام اسی خود مختاری کے حصول کے لئے آج جمہوری آداب واطوار کو بالائے طاق رکھنے پر مجبور ہوئے ہیں، کینیڈا میں کیوبک کے فرانسیسی بولنے والے عوام یہی آواز اٹھا رہے ہیں، امریکہ میں (Black Power) کا نعرہ یہی نعرہ ہے...... قصہ مختصر دنیا کے کم وبیش سارے ہی ملکوں میں مظلوم قومیتوں کے عوام اپنی آزادی و خود ارادیت کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

ان عوام کی مظلومیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی جدوجہد کی حمایت کرنا دراصل ان کی اسی آزادی و خود مختاری کی جدوجہد کی حمایت کرنا ہے، چنانچہ ظالم قومیتوں کے انقلابی عوام کا فرض ہے کہ وہ واشگاف الفاظ میں مظلوم قومیتوں کی حق خود ارادیت کی جدوجہد کی حمایت کریں۔

لینن نے اس ضمن میں لکھا تھا......

> ”ہماری پارٹی اس بات کو کھلے بندوں کہنے سے نہیں گھبراتی کہ وہ ان جنگوں یا بغاوتوں کی حمایت کرے گی جو آئرلینڈ کے عوام برطانیہ کے خلاف شروع کریں، یا مراکش، الجیریا اور تیونس کے عوام برطانیہ کے خلاف کریں، تریپولی والے اٹلی کے خلاف کریں اور یوکرین، ایران اور چین کے عوام روس کے خلاف کریں۔“
>
> (بورس سوورائن کے نام ایک کھلا خط دسمبر ۱۹۱۶ء)

لینن اس کے اس طریق کار کو اپناتے ہوئے ہی ظالم قومیتوں کے مظلوم عوام عملاً مظلوم قوم کے مظلوم عوام کے ہمرکاب ہو سکتے ہیں وگرنہ ان کے بھائی چارگی، وحدت، یکجہتی اور ایکے کے تمام دعوے محض خالی خولی ہوں گے (ظالموں کے یتیم پرور، مشفقانہ جذبوں کی طرح!) اور ان کی چاہت کے باوجود ظالم طبقات مختلف قومیتوں کے عوام کو ایک دوسرے کے مقابلے میں لا کھڑا کرنے کے سلسلے میں یقیناً کامیاب ہوتے رہیں گے، مشرقی

پاکستان کا سانحہ ایسی ہی افسوسناک صورتحال کی تازہ ترین مثال ہے!

مشرقی پاکستان ہم سے کیوں علیحدہ ہو گیا؟

مشرقی پاکستان کے ہم سے جدا ہونے کا ایک سبب اور ایک اعتبار سے بنیادی سبب یہ تھا کہ پنجاب کے نام نہاد انقلابی قائدین نے بنگال کے مظلوم عوام کی حق خودارادیت کی جدوجہد کے بارے میں سراسر فاشسٹ اور شاونسٹ رویہ اختیار کر رکھا تھا، یہ قائدین ہمارے عوام کو یہ تو بتاتے رہے کہ مجیب الرحمٰن بھارت کا ایجنٹ تھا لیکن اس حقیقت کا اظہار کرنے کی انہیں کبھی بھی توفیق نہ ہوئی کہ آزادی کا نعرہ غدار مجیب الرحمٰن نے نہیں بلکہ محبِّ وطن مولانا بھاشانی نے لگایا تھا، اسی مولانا بھاشانی نے کہ جو آزادی کے نعرے سے پہلے کہا کرتا تھا، ظالم ادھر کا ہو یا ادھر کا ایک ہے، اور جو سنتوش میں بنگالی کسانوں کے اجتماع میں غلام محمد ہاشمی سے پنجابی میں نظمیں سنوایا کرتا تھا، اور کہا کرتا تھا کہ کچھ لوگ ادھر ہم کو کہتا ہے کہ صرف بنگالی چلے گا! کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ عوام کو بتلاتا کہ بھاشانی نے آزادی کا نعرہ مشرقی پاکستان کے عوام کی حق خودارادیت کی جدوجہد کو شیخ مجیب الرحمٰن کی بھارت نواز اور سرمایہ دارانہ قیادت سے نکال کر عوامی قوتوں کے ہاتھ میں لے جانے کے لئے لگایا تھا اور کوئی نہیں تھا کہ جو اس امر پر مولانا بھاشانی کی حمایت کرتا، اس کا ساتھ دیتا، اس کی مدد کرتا، اگر ایسا ہو جاتا کہ پنجاب کے انقلابی قائدین بنگال کے عوام کی حق خودارادیت کی تحریک کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے اور یہاں کے عوام کو اپنے ساتھ ملا سکتے تو آج بنگال ہم سے علیحدہ نہ ہوا ہوتا بنگال آج ہم سے اس لئے جدا ہو گیا ہے کہ ہم نے اس کے حق خودارادیت کے مطالبے کی حمایت نہیں کی تھی، اگر ہم اس مطالبے کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے تو بنگال کے انقلابی عوام، علیحدگی کی بجائے ہمارے عوام سے انقلابی اخوت و اتحاد کا نعرہ بلند کرتے!

موجودہ صورتحال میں انقلابیوں کے فرائض

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان کی صورتحال میں تیزی کے ساتھ ہر ہر سطح پر تبدیلیاں آنی شروع ہو گئی ہیں، ایک تو یہ سانحہ کہ مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان سے جدا ہو گیا ہے، بجائے خود پاکستان کی تاریخ کا عظیم ترین سانحہ ہے، دوسرے جس انداز میں بھارتی افواج کے سامنے ہمارے جرنیلوں نے ہتھیار ڈالے ہیں، اس کی ندامت قوم برسوں محسوس کرتی رہے گی، تیسرے مشرقی پاکستان کی قتل و غارت گری کا معاشی خمیازہ اب مغربی پاکستان کے عوام کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے، چوتھے یہ جان لیوا احساس گناہگار بنائے ہوئے ہے کہ ہم نے لاعلمی میں اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ سرخ کئے ہیں اور پانچویں یہ کہ بچے کھچے پاکستان کا وجود بھی شدید خطرے میں نظر آتا ہے، بھارتی حکومت پہلے سے کہیں زیادہ ڈھٹائی کے ساتھ کھلم کھلا دھمکیوں پر اتر آئی ہے، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب دوبارہ دشمن ہم پر حملہ آور ہو جائے۔

یہ تمام ہی عوامل موجودہ صورتحال پر اثر انداز ہو رہے ہیں، اور صورتحال تیزی سے طبقاتی انقلاب کی جانب رواں دواں ہے۔

پاکستان کے ظالم طبقات اس صورتحال سے سخت خوف زدہ ہیں اور عوام کے ہر لحظہ بڑھتے ہوئے انقلابی اُبھار کو روکنے کے لئے مختلف داؤ پیچ استعمال کر رہے ہیں، چنانچہ ایسے میں ایک طرف وہ اصلاحات کا ڈھونگ رچا کر عوام کو ٹھنڈا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں تو دوسری طرف آپس کے فروعی اختلاف کو مٹا کر ظالم طبقات کے متحدہ محاذ کو مضبوط کرنے کی تگ و دو بھی کر رہے ہیں، چنانچہ حال ہی میں پی پی پی، نیپ اور جے یو آئی کا گٹھ جوڑ عمل میں لایا گیا ہے، اس گٹھ جوڑ میں تمام کی تمام رجعتی پارٹیوں نے (کیا قیوم لیگ، تو کیا دولتانہ لیگ اور کیا جماعت اسلامی!) اپنا اپنا حصہ بٹایا ہے، اور وہ اس صورتحال سے بہت مطمئن اور مسرور دکھائی دیتے ہیں، اس گٹھ جوڑ سے ہمیں جہاں اور کئی سبق مل سکتے ہیں، وہیں پاکستان میں قومیتوں کے مسئلے کو سمجھنے اور درست طور پر حل کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

نیپ، پی پی پی اور جے یو آئی کے گٹھ جوڑ سے پہلے (کچھ ہی دن پہلے!) یوں لگتا تھا کہ جیسے نیپ، سرحد کے مظلوم عوام کی حق خودارادیت کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے اور یہ کہ ولی خان، پختون عوام کی جنگِ آزادی کا عظیم ترین مجاہد و علم بردار ہے، ادھر پنجابی میں پی پی پی والے اسے ''عبدالغدار خان'' اور ہندوستان کا ایجنٹ بتاتے پھر رہے ہیں، ولی خان، پختون زلمے میدان میں اتار رہا تھا اور پی پی پی جنرل اکبر خان

کی قیادت میں پیپلز گارڈ کی صفوں کو سنوار رہی تھی، اُدھر سرحد، سندھ اور بلوچستان میں ولی خان، جی ایم سید اور اکبر بگٹی کی قیادت میں پختون، سندھ اور بلوچی نیشنلزم کو ہوا دی جا رہی تھی تو اُدھر پنجاب میں پنجابی شاونزم کو دوبارہ عوام کے دلوں میں اتارنے کی کوششیں جاری تھیں، اور ہم پریشان تھے کہ خدایا کہیں ایک بار پھر کربلا کا میدان تو نہیں کھلنے والا ہے کہ یکا یک، یہ یک جنبش قلم، نقشہ ہی بدل گیا، دعوتیں ہوئیں میٹنگیں ہوئیں اور ازلی ابدی دشمنیاں ''لافانی'' دوستیوں میں ڈھل گئیں۔

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

ماجرا یہ ہے کہ جو کچھ بنگال میں ہوا، وہی کچھ ہو رہا ہے۔ اور کوئی عجب نہیں کہ وہ کچھ ہی ہونے والا ہو!

آپ کو یاد ہوگا کہ ایک زمانہ تھا جب مجیب الرحمٰن کو پنجاب والے غدار اعظم سمجھا کرتے تھے، لیکن فروری مارچ ۱۹۷۱ء میں یکا یک ہم پر یہ منکشف ہوا تھا کہ پاکستان کو اگر کوئی بچا سکتا ہے، ایک رکھ سکتا ہے تو وہ شیخ مجیب الرحمٰن اور فقط شیخ مجیب الرحمٰن ہے، نور خان، اصغر خان، دولتانہ، نصر اللہ، مودودی سبھی نے یہ رٹ لگا رکھی تھی کہ مجیب مسیحا ہے، مجیب کو کچھ ہو گیا تو پاکستان گیا! چنانچہ یحییٰ خان نے مجیب الرحمٰن کو ''کچھ ہونے'' سے بچانے کے لئے، اسے پاکستان کا وزیر اعظم بنا دیا تھا، لیکن مجیب الرحمٰن کو پھر بھی کچھ ہو ہی گیا۔ اور ہوا یہ کہ بھاشانی کی قیادت میں مشرقی پاکستان کے انقلابی عوام، حق خود ارادیت کی تحریک کو اس قدر آگے لے گئے تھے کہ مجیب کے کنٹرول سے سب کچھ نکل گیا تھا، عوام کا انقلابی گھوڑا بے لگام ہو گیا تھا اور مجیب الرحمٰن اپنے چھ نکات سمیت دھڑام سے زمین پر آ گرا تھا، جہاں سے فوج والے اسے اٹھا کر مرہم پٹی کی خاطر مغربی پاکستان لے آئے تھے اور خود گھوڑے کی ٹانگیں توڑنے لگے تھے، البتہ گھوڑے کی ٹانگیں تو نہ ٹوٹیں، جرنیلوں کی کمر ضرور ٹوٹ گئی، مشرقی پاکستان کے انقلابی عوام کے غیض وغضب میں سب کچھ بہہ گیا، بہتا چلا گیا...... تا آنکہ سامراج کو اپنا بقا کے لئے بھارتی افواج مشرقی پاکستان میں اتارنا پڑیں، جو اتاری گئیں، فوجی خلاء پر ہو گیا تو مسئلہ سیاسی خلا کو پر کرنے کا پیش آیا، چنانچہ بھٹو صاحب نے حب الوطنی کے جذبات کا سہار لیتے ہوئے، چشم زدن میں، غدار مجیب الرحمٰن کو رہا کیا اور براستہ لندن، ڈھاکے بھجوا دیا، اور مغربی پاکستان میں ایک بار پھر مجیب الرحمٰن کی پاکستان دوستی اور حب الوطنی کے چرچے کئے جانے لگے، لیکن کہاں پاکستان اور کہاں آگ اور خون کی ندی میں نہایا بنگلہ دیش! مجیب الرحمٰن بھلا ڈھاکے سے کیسے بیان دے کہ پاکستان اب بھی ایک رہ سکتا ہے، پھر بھی تا حال کوشش جاری ہیں اور محمود علی اور بھٹو سمیت، بہت سے لوگ اب بھی یہ ہی خواب دیکھ رہے ہیں یا ہمیں دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سو بات مجیب الرحمٰن کے غدار ہونے کی نہیں، صورتحال کے ''غدار'' ہونے کی ہے، اگر عوامی قوتیں حد سے بڑھنے لگیں، بڑھ جائیں تو ظالم طبقات فوراً اپنے باہمی اختلافات مٹا کر ایک ہو جاتے ہیں، ایسے وقت میں غدار محبّ وطن بن جایا کرتے ہیں اور عوام غدار...... کہ ظالم طبقات کے نزدیک ''اصلی اور نسلی غدار'' تو فقط عوام ہیں غدار تو وہ ہے جو ان عوام کا ساتھ دے، وہ جو محض ان عوام کے تضادات کو استعمال کر کے ان کا لیڈر بن جائے اور پھر ہم سے سودا کر لے، وہ بھلا غدار کیوں کر ہو سکتا ہے! سودے بازی تو غداری نہیں، سودے بازی تو سیاست کا دوسرا نام ہے۔

سو مغربی پاکستان میں بھی آج کل یہی سیاست کی جا رہی ہے، غدار ولی خان جو مظلوم پختون عوام کے سیاسی، معاشی اور معاشری اور تہذیبی استحصال کی صورتحال کو استعمال کر کے پختون عوام کا لیڈر بن بیٹھا تھا اور اس نسبت سے ظالم طبقات کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا، اب سودے بازی کر کے پنجاب کے جاگیرداروں اور کراچی کے سرمایہ داروں کا منظورِ نظر بن گیا ہے۔

اس سودے بازی کے عمل میں دو ''سودے'' کئے گئے ہیں! ہندوستان کے توسیع پسندوں اور روسی سوشل سامراج کے ساتھ پاکستانی عوام کا سودا! ور سرحد، سندھ اور بلوچستان کے جاگیرداروں، خوانین اور سرداروں کے ساتھ مظلوم پختون، سندھی اور بلوچی عوام کا سودا۔

لینن نے کیا خوب کہا تھا کہ:

> ''تمام قومی ظلم واستبداد مظلوم عوام کو مدافعت پر اکساتا ہے اور کسی بھی قومیت کی مظلوم آبادی کی مدافعت ہمیشہ قومی بغاوت کی شکل لینا چاہتی ہے، بارہا ایسا ہوا ہے کہ مظلوم قوموں کی بورژوازی قومی بغاوت کی محض باتیں کرتی ہے جب کہ عملاً وہ اپنے عوام کی پیٹھ پیچھے، اور ان کے خلاف ظالم قوموں کی بورژواری کے ساتھ رجعتی گٹھ جوڑ کر لیتی ہے۔''

(A caricature of Marxism and Im Perialist Economics)

لیکن! سودے بازی اور گٹھ جوڑ کے دن لد گئے مہاراج!

پاکستان کے عوام بیدار ہو چکے ہیں اور وہ اب ظالم طبقات کی ہر سازش کو ناکام بنا دیں گے، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے عوام اپنے حق خودارادیت کی جدوجہد کی باگ دوڑ کو اب لٹیروں کے ہاتھوں میں نہیں رہنے دیں گے، وہ اپنی طبقاتی جدوجہد کو اور بھی تیز کریں گے تاکہ سرداروں اور جاگیرداروں کا اصل کردار تمام تر عوام پر آشکار ہو سکے، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے عوام اب بخوبی جاننے لگے ہیں کہ ان کے ولی خانوں، جی ایم سیدوں اور اکبر بگٹیوں نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اب وہ دوبارہ کبھی ان عناصر کے دھوکے میں نہ آئیں گے۔

اور پنجاب کے عوام بھی بیدار ہو چکے ہیں، وہ اب ظالم طبقات کو اس بات کی قطعاً اجازت نہ دیں گے کہ کوئی انہیں ان ہی کے مظلوم پختون، بلوچی اور سندھی بھائیوں کے خلاف صف آراء کر دادے، وہ ظلوم قومیتوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرتے ہیں، وہ مظلوم قومیتوں کے اس حق کے لئے پنجاب اور کراچی میں اپنی جدوجہد کو تیز کر رہے ہیں اور اپنے مظلوم قومیتوں کے انقلابی عوام کے ساتھ شانہ بہ شانہ ظالم طبقات کے خاتمے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

ہم سرحد، سندھ اور بلوچستان کے مظلوم عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ آئندہ کبھی ان کے علاقوں میں ظالم طبقات نے خون کی ہولی کھیلنا چاہی تو پھر انہیں پنجاب کی گلیوں اور سڑکوں کو بھی یہاں کے انقلابی عوام کے خون سے رنگنا پڑے گا، ہم سرحد کے غریب کسانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان کی جاگیرداروں اور وڈیروں کی بالادستی کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں، ہم سندھ کے باہمت ہاریوں کو یقین دلاتے ہیں کہ وڈیرہ شاہی کے خلاف ان کی عظیم تحریک میں ہم ان کے ہمرکاب ہیں، ہم بلوچستان کے دور غلامی میں رہنے والے، اپنے ملک کے مظلوم ترین بلوچی عوام کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم ان کی غلام وارانہ معاشرے کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ سب عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم پنجاب کے عوام، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ویسے ہی دشمن ہیں کہ جیسے آپ خود ہیں۔ ہم اپنے ان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مل کر عوامی جمہوری انقلاب برپا کریں آؤ مل کر اس استحصالی نظام کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں کہ جس نظام نے ہمارے حسین ملک کو ملبے میں تبدیل کر ڈالا ہے۔

ہمارے پختون، سندھی اور بلوچی بھائیو! ہم عہد کرتے ہیں کہ پاکستان میں عوامی جمہوری انقلاب کی کامیابی کے بعد ہم آپ عوام کو مکمل آزادی اور خودمختاری دیں گے، نہ صرف سیاسی اور معاشی آزادی بلکہ ثقافتی اور تہذیبی آزادی بھی، ہم آپ کے حقِ خودارادیت کو اس طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح ہم ہندوستان میں بنگالیوں، میزوؤں، تاملوں، پنجابیوں، بہاریوں اور کشمیریوں کے حق خودارادیت اور آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیا میں ہر قومیت کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق ہونا چاہئے، ہمارا ایمان ہے کہ کسی بھی ملک کے عوام کا حقیقی اتحاد استبداد سے نہیں بلکہ رضا کارانہ شمولیت ہی کے ذریعے سے ممکن ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر پنجاب کے عوام سندھ، بلوچستان اور سرحد کے عوام کو رضا کارانہ بنیادوں پر متحد ہونے کا حق دے دیں، تو پاکستان کے عوام سیسہ پلائی دیوار کی مانند ایک ہو جائیں گے اور پھر بھارت تو کیا دنیا کی کوئی بھی طاقت ہمارے عوام کو شکست نہ دے سکے گی۔ آیئے! اس ایمان کی روشنی میں آگے بڑھیں اور طبقاتی انقلاب کو کامیاب بنائیں۔

انقلابی قائدین نے قومیتوں کے مسئلے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس مسئلے پر بہت کچھ لکھا ہے، بالخصوص لینن نے اپنے کئی ایک مضامین میں اس مسئلے پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، پاکستان میں انقلابی جدوجہد کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لئے ان تحریروں سے سیر حاصل استفادہ کرنا ہر مخلص اور باشعور انقلابی کارکن کا فرض ہونا چاہئے۔

ان تحریروں کی اہمیت اس اعتبار سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ پاکستان سوشلسٹ پارٹی، پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی میں شامل موقع پرست اور ترمیم پرست اور ترمیم پسند دانشور، مارکسزم اور سائنٹیفک سوشلزم کے نام پر انتہائی غلط اور گمراہ کن نظریات کی ترویج کرتے رہے ہی، ان جعلی دانشوروں کے نظریات کی قلعی کھولنا انتہائی ضروری ہے۔

قومیتوں کے مسئلے پر مارکس اور اینگلز کی بے شمار تحریریں موجود ہیں، بالخصوص آئرلینڈ کے عوام کی جدوجہد کے بارے میں ان انقلابی قائدین نے

جو کچھ لکھا ہے، وہ انقلاب کے طالب علموں کے لئے مشعلِ راہ ہونا چاہئے، آئرلینڈ کے بارے میں مارکس اور اینگلز کی دستاویزات کی ایک "Ireland and the Irish Question" Anthology کے نام سے ۱۹۷۱ء میں پروگریس پبلیشرز، ماسکو کی جانب سے شائع ہوئی تھی، یہ کتاب ۴۵۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، کتاب کی ضخامت کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ سائنٹیفک سوشلزم کے بانیوں کی نظر میں آئرلینڈ کے کسان عوام کی جدوجہد کس درجہ خصوصی توجہ کی مستحق تھی، خود مارکس نے پہلی انٹرنیشنل کے قیام کے دوران انگریز مزدور طبقے کو بار بار اس حقیقت سے روشناس کروانا ضروری سمجھا تھا کہ "آئرلینڈ کے عوام کی قومی آزادی کا مسئلہ ان کے لے کسی مجرو انصاف یا محض انسان دوست جذبات کے حوالے سے نہیں، بلکہ خود انگریز مزدور طبقے کی اپنی سماجی آزادی کی اولین شرط کے طور پر اٹھایا جانا چاہئے" ایک اور جگہ اسی بات کو مارکس نے اس انداز میں کہا تھا کہ "کوئی قوم جو کسی دوسری قوم کو محکوم بناتی ہے، خود اپنے لئے زنجیریں تیار کرتی ہے۔"

ایک اور قابل غور حقیقت جو ان تحریروں سے عیاں ہے، مارکس اور اینگلز کی آئرش عوام کے ساتھ خصوصی جذباتی وابستگی ہے ویسے تو وہ سارے ہی مظلوم عوام کے ساتھ محبت کرتے تھے لیکن آئرلینڈ کے عوام کے بارے میں ان کے یہ جذبات کہیں زیادہ شدید تھے کہ ان کی نظر میں آئرلینڈ کے عوام، انگریز عوام کی نسبت کہیں زیادہ ظلم و ستم کا شکار تھے، لہٰذا ان سے وابستگی بھی اسی نسبت سے ہونی چاہئے تھی۔

اینگلز کے جذبات کی ایک جھلک ملاخطہ ہو، آئرش گیتوں کے ایک مجموعے کا پیش لفظ لکھتے ہوئے اینگلز کہتے ہیں۔

"ان گیتوں میں سے اکثر گیتوں میں حزن و یاس کی جو کیفیت نمایاں ہے، وہ آج بھی آئرش عوام کے قومی مزاج کی ترجمان ہے اس حزن و یاس کے علاوہ ان عوام کے دلوں میں اور ہو بھی کیا سکتا ہے کہ جن عوام پر ان کے فاتحین نت نئے اور جدید ترین طریقوں سے آئے دن تشدد توڑتے رہتے ہوں ظلم و بربریت کا جدید ترین طریق کار جسے ۴۰ برس قبل رائج کیا گیا تھا اور جسے پچھلے ۲۰ برسوں میں پوری شد و مد کے ساتھ استعمال میں لایا گیا ہے، یہ ہے کہ آئرش عوام کو جوق در جوق ان کے گھروں اور کھیتوں سے نکال باہر کیا جائے کہ جو عمل آئرلینڈ کے عوام کے لئے بجائے خود، ملک بدر ہونے کے مترادف ہے۔ ۱۸۴۱ء کے بعد سے آئرلینڈ کی آبادی میں ۲۵ لاکھ کی کمی واقع ہوئی ہے اور ۳۰ لاکھ سے زائد آئرش لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، اور یہ سب کچھ کے لئے کیا گیا کہ انگریز نسل کے بڑے بڑے جاگیردار منافعوں پر منافع حاصل کر سکیں، اگر یہ سلسلہ تیس برس اور جاری رکھا گیا تو عجب نہیں کہ آئرش عوام فقط امریکہ میں پائے جائیں۔"

مارکس کا بھی ایک مشاہدہ ملاخطہ ہو، وہ ۱۲ اگست ۱۸۵۳ء کے نیویارک ڈیلی ٹریبون میں لکھتے ہیں:

> "دنیا کے دوسرے علاقوں کے بارے میں بالعموم، اور آئرلینڈ کے بارے میں بالخصوص ہمیں یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ آئرلینڈ مزدوروں کی جنت بنتا جا رہا ہے، اگر یہ درست اور آئرلینڈ میں تنخواہیں واقعی اس قدر زیادہ ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے کہ آئرش مزدور اس بھاری تعداد میں "جوہڑ" کے اس پار مستقل آبادکاری کی غرض سے انگلستان آ رہے ہیں، اب سے پہلے تو وہ ہر فصل کے بعد واپس چلے جایا کرتے تھے، اگر آئرش عوام کی سماجی حالت اس قدر ترقی پذیر ہے تو پھر ایسا کیوں ہے کہ ۱۸۴۷ء کے بعد سے اور بالخصوص ۱۹۵۱ء کے بعد سے دیوانگی کی وارداتوں میں اس قدر تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے......اور یہ وہی ملک ہے کہ جس کے بارے میں مصروفِ زمانہ (Swift) نے۔ کہ جو آئرلینڈ میں پہلے پاگل خانے کا بانی تھا، کہا تھا کہ شاید سارے آئرلینڈ میں ڈھونڈنے سے بھی ۹۰ پاگل دستیاب نہ ہو سکیں"

ہم مارکس اور اینگلز کی عظیم نگارشات میں سے محض چند ایک تحریروں کے اقتباسات ذیل میں پیش کر رہے ہیں، امید ہے کہ ان تحریروں کے مطالعے سے ان عظیم انقلابی قائدین کا نقطۂ نظر کسی نہ کسی حد تک یقیناً واضح ہو جائے گا، البتہ خواہش ہے کہ انقلابی کارکن ان تحریروں کے علاوہ دیگر تحریروں سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

(ممکن ہوا تو ہم خود ان تحریروں کو کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعی کریں گے)

> "......انگلینڈ کے ہر صنعتی اور تجارتی مرکز کا مزدور طبقہ دو متحارب گروہوں میں بٹ چکا ہے، یعنی انگریز پرولتاریہ اور آئرش پرولتاریہ میں، عام انگریز مزدور آئرش مزدور سے نفرت کرتا ہے اور اسے اپنا ایسا حریف سمجھتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا اپنا

معیارِ زندگی پست ہو رہا ہے، انگریز مزدور آئرش مزدور کے مقابلے میں خود کو حکمران قوم کا فرد تصور کرتا ہے اور آئرش عوام کے خلاف انگریز جاگیرشاہیوں اور سرمایہ داروں کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور اس طرح ان ظالموں کے تسلط کو خود اپنے اوپر بھی مضبوط کروائے ہوئے ہے، آئرش مزدور کے معاملے میں انگریز مزدور مذہبی، سماجی اور قومی تعصبات میں مبتلا ہے۔ انگریز مزدور کا آئرش مزدور کے بارے میں رویہ کم و بیش ویسا ہی ہے جیسا کہ امریکہ غلام ریاستوں میں ''مظلوم سفید فام لوگوں'' کا سیاہ فام ''حبشیوں'' سے ہوتا تھا، ان نفرتوں کا جواب آئرلینڈ کا باشندہ بھی نفرت سے دیتا ہے۔ ان کی نگاہوں میں انگریز مزدور آئرلینڈ میں انگریزی تسلط کو برقرار رکھوانے کے معاملہ میں ظالم انگریزوں کا ایک حواری اور ایک بے وقوف آلہ کار ہے۔

اس تضاد کو حکمران طبقات اپنے پریس، گرجوں، قصے کہانیوں اور دیگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے مصنوعی طور پر زندہ رکھے ہوئے ہیں اور شدید تر کرواتے رہتے ہیں۔ اور یہ اس تضاد کی وجہ سے ہے کہ انگریز مزدور طبقہ اپنی تنظیم کے باوجود تا حال ایک فعال قوت نہیں بن سکا ہے......

برطانیہ سرمایے کا بین الاقوامی مرکز ہونے کی وجہ سے تا حال عالمی منڈی پر حکمران رہا ہے اور موجودہ دور میں مزدور انقلاب کے لئے سب سے اہم ملک ہے، علاوہ ازیں برطانیہ واحد ملک ہے کہ جس میں انقلاب کے لئے مادی حالات ایک خاص حد تک بلوغت کو پہنچ چکے ہیں، پس مزدوروں کی عالمی تنظیم کے لئے انگلینڈ میں سماجی انقلاب کے عمل کو تیز تر کرنا سب سے اہم مقصد ہونا چاہئے اور اس مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ آئرلینڈ کو آزاد کروانا ہے، پس مزدور انٹرنیشنل کا ہر جگہ پر یہ بنیادی فرض ہونا چاہئے کہ وہ آئرلینڈ اور انگلینڈ کے درمیان تضاد کو سامنے لائے اور کھلم کھلا آئرلینڈ کا ساتھ دے، لندن کی مرکزی کونسل کا تو یہ خصوصی فرض ہونا چاہئے کہ وہ انگریز طبقے میں یہ شعور پیدا کرے کہ آئرلینڈ کی قومی آزادی کا مسئلہ ان کے لئے کسی مجرو انصاف اور انسان دوست جذبات کے حوالے سے نہیں بلکہ ان کی اپنی سماجی آزادی کی اولین شرط کے طور پر اٹھایا جانا چاہئے......''

("Marx to Meyer And Vogt." April 9,1870)

''مجھے پہلے سے بھی زیادہ اس بات کا یقین ہو چلا ہے...... کہ انگریز مزدور طبقہ اس وقت تک کوئی فیصلہ کن اقدام نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ آئرلینڈ کے بارے میں حکمران طبقے کی پالیسی سے الگ، اپنی واضح جداگانہ پالیسی اختیار نہیں کر لیتا اور جب تک وہ نہ صرف یہ کہ آئرش عوام کے ساتھ اشتراکِ عمل نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھ کر ۱۸۰۱ء کی قائم شدہ یونین کو ختم کرتے ہوئے اسے ایک آزاد فیڈرل رشتے میں نہیں ڈھال دیتا اور یہ سب کچھ محض آئرلینڈ سے ہمدردی کے طور پر نہیں بلکہ خود انگریز پرولتاریہ کے اپنے مفاد کے حوالے سے کیا جانا چاہئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر انگریز عوام اپنی خواہشات کے باوجود عملاً برطانیہ کے حکمران طبقوں کے حلیف بنے رہیں گے۔

انگریز جاگیرشاہی کا تختہ الٹنے کی بنیادی شرط اس وقت تک پوری ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ آئرلینڈ پر اس کا تسلط برقرار رہتا ہے لیکن ایک مرتبہ اگر آئرلینڈ کے معاملات آئرش عوام اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور خود مختار ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے لئے جاگیرشاہیوں کا خاتمہ لامحالہ انتہائی آسان ہو جائے گا، کیونکہ آئرلینڈ میں جاگیرشاہی کا سوال محض ایک اقتصادی سوال نہیں بلکہ ایک قومی مسئلہ ہے، کیونکہ یہاں کے جاگیرداروں کو انگریز جاگیرداروں کی طرح روایتی اعزازات اور قومی نمائندگی کا شرف حاصل نہیں ہے بلکہ وہاں کے عوام ان سے شدید نفرت کرتے ہیں............''

(Marx to L.Kugalmann: Nov.29,1869)

اور یہ آخری اقتباس انگریزی میں ملاحظہ ہو:

" Quite Apart from all phrases about 'international' and 'Humane' justice for Ireland - which are taken for granted in the international Council - it is in the direct and absolute interest of the English working class to get rid of their present connection with Iraland. And this is my fullest conviction, and for reasons which in part I cannot tell the English workers' themselves. For a long time I believed that it would be possible to overthrow the Irish regime by English Working - class Ascendency. I always expresses this point of view in the New York Tribute.

Deeper study has now convinced me of the opposite. The English working - class will never accomplish anything before it has got rid of Ireland. The lever must be

applieed in Ireland. That is why the Irish Question is so inportant for the social movement in general "

(Marx to Engels December 10, 1869)

ان تینوں اقتباسات میں جس بات کو بار بار دہرانا مارکس نے ضروری جانا ہے یہ ہے کہ: ''برطانیہ میں سماجی انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے آئرش عوام کی قومی آزادی کی جدوجہد کی حمایت کرنا اور اسے کامیاب کروانا بنیادی شرط ہے۔'' لینن مارکس کے نزدیک مظلوم قومیتوں کی حق خود ارادیت کی تحریک کی حمایت وکامیابی، ظالم قومیتوں کی طبقاتی جدوجہد کو کامیاب بنانے کے عمل سے واضح طور پر مربوط ومنسلک ہے۔

اور یہی ہے طبقاتی جدوجہد اور قومیتو N کے مسئلے پر درست سائنٹیفک موقف!

آخری اقتباس می مارکس نے اپنے خیالات میں جس بنیادی تبدیلی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بھی انتہائی غور طلب اور اہم ہے، آج بین الاقوامی سطح پر انقلاب کے بارے میں جو دو نظریات پیش کئے جا رہے ہیں ان نظریات میں اس اختلاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، روسی ترمیم پسند سمجھتے ہیں کہ سامراجی ممالک کا مزدور طبقہ آج ہی کی صورتحال میں سوشلسٹ انقلاب برپا کرنے کا اہل ہے جب کہ چین کے انقلابی قائدین کا خیال ہے کہ جب تک نوآبادیات میں سے اکثر ممالک میں عوامی جمہوری انقلابات فتح یاب نہیں ہو جاتے، سامراجی ملکوں کا مزدور طبقہ کبھی بھی صحیح معنوں میں انقلابی نظریات کا حامل نہ ہو سکے گا، دوسرے لفظوں میں سامراجی ملکوں میں سوشلسٹ انقلابات کو برپا کرنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ پہلے نوآبادیات میں قومی آزادی کی تحریکوں کو کامیاب کروایا جائے۔

لینن نے مارکس کے نقطۂ نظر میں اس بنیادی تبدیلی کے بارے میں کہا تھا کہ:

شروع شروع میں مارکس کا خیال تھا کہ آئرلینڈ مظلوم قوم کی قومی آزادی کی تحریک کے حوالے سے نہیں بلکہ ظالم قوم کے مزدور طبقے کی تحریک کی مدد سے آزاد ہوگا، لیکن ہوا یوں کہ انگریز مزدور طبقہ ایک عرصہ کے لئے لبرل سیاست دانوں کے زیر اثر چلا گیا ان کا دُم چھلا بن گیا، اور ایک لبرل مزدور پالیسی پر عمل پیرا ہو کر خود کو قیادت سے محروم کر بیٹھا، اس کے مقابلے میں آئرلینڈ میں بورژوا آزادی کی تحریک زور پکڑتی اور انقلابی شکل اختیار کرتی گئی، چنانچہ مارکس نے اپنے نقطۂ نظر پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے درست کیا۔ وہ قوم کسی درجہ بدقسمت ہے جو کسی دوسری قوم کو محکوم بنائے، انگریز مزدور طبقہ اس وقت تک آزاد نہ ہو سکے گا، جب تک کہ آئرلینڈ انگریزوں کے چنگل سے نکل نہیں جاتا، انگلینڈ کی رجعتی قوتوں کو آئرلینڈ کی محکومی سے تقویت اور جلا ملتی ہے (جس طرح روس میں رجعتی قوتوں کو بہت سی اقوام کو محکوم بنا کر جلا ملتی ہے۔)''

(لینن جلد نمبر ۲۰، صفحہ ۴۴۰)

(نامکمل)

☆......☆......☆

Copyright 2021 | Green Heritage (Study Circle) | All Rights Reserved. | Powered by eChromatics